اسلامی اخلاقیات

اب اخلاقیات کے دوسرے شعبہ کو لیجئے جسے میں ''اسلامی اخلاقیات'' کے لفظ سے تعبیر کر رہا ہوں۔ یہ بنیادی انسانی اخلاقیات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ اسکی تصحیح اور تکمیل ہے۔

اسلام کا پہلا کام یہ ہیکہ وہ بنیادی انسانی اخلاقیات کو ایک صحیح مرکز محور مہیا کر دیتا ہے جس سے وابستہ ہو کر وہ سراپا خیر بن جاتے ہیں۔ اپنی ابتدائی صورت میں تو یہ اخلاق مجرد ایک قوت ہیں جو خیر بھی ہو سکتی ہیں اور شر بھی۔ جس طرح تلوار کا حال ہیکہ وہ بس ایک کاٹ ہے جو ڈاکو میں ہاتھ میں جا کر آلہ ظلم بھی بن سکتی ہے اور مجاہد فی سبیل اللہ کے ہاتھ میں جا کر وسیلہ خیر بھی اسی طرح ان اخلاقیات کا بھی کسی شخص یا گروہ میں ہونا بجائے خود خیر نہیں ہے بلکہ اسکا خیر ہونا موقوف ہے اس امر پر کہ یہ قوت صحیح راہ میں صرف ہو اور اسکو صحیح راہ پر لگانے کی خدمات اسلام انجام دیتا ہے اسلام کی دعوت توحید کا لازمی تقاضا یہ ہیکہ دنیا کی زندگی میں انسان کی تمام کوششوں اور محنتوں کا اور اسکی دوڑ دھوپ کا مقصد وحید اللہ تعالی کی رضا کا حصول ہو۔ والیک نسعی ونحفد و (خدایا ہماری کوشش اور ساری دوڑ دھوپ تیری ہی خوشنودی کیلئے ہے۔) اور اسکا پورا دائرہ فکر وعمل ان حدود سے محدود ہو جائے جو اللہ نے اس کیلئے مقرر کر دی ہیں۔ ایاک نعبد وولک نصلی ونسجد و (خدایا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز اور سجدہ کرتے ہیں) اس اساسی اصلاح کا نتیجہ یہی ہیکہ وہ تمام بنیادی اخلاقیات جن کا ابھی میں نے آپ سے ذکر کیا ہے صحیح راہ پر لگ جاتے ہیں، وہ قوت جو ان اخلاقیات کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہے بجائے اسکیکہ نفس یا خاندان یا قوم یا ملک کی سربلندی پر ہر ممکن طریقے سے صرف ہو۔ خالص حق کی سربلندی پر صرف جائز طریقوں ہی سے صرف ہونے لگتی ہے یہی چیز اسکو ایک مجرد قوت کے مرتبہ سے اٹھا کر ایجابا ایک بھلائی اور دنیا کیلئے ایک رحمت بنا دیتی ہے۔

دوسرا کام جو اخلاق کے باب میں اسلام کرتا ہے وہ یہ کہ وہ بنیادی انسانی اخلاقیات کو مستحکم بھی کرتا ہے اور پھر ان کے اطلاق کو انتہائی حدود تک وسیع بھی کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر صبر کو لیجئے بڑے سے بڑے صابر آدمی میں بھی جو صبر دنیاوی اغراض کیلئے ہو اور جسے شرک یا مادہ پرستی کی فکری جڑوں سے غذا مل رہی ہو اسکی برداشت اور اسکی ثبات اور قرار کی بس ایک حد ہوتی ہے جس کے بعد وہ گھبرا اٹھتا ہے لیکن جس صبر کو توحید کی جڑ سے غذا ملے اور جو دنیا کیلئے نہیں بلکہ رب العالمین کیلئے ہو، وہ تحمل و برداشت اور پامردگی کا ایک اتھاہ خزانہ ہوتا ہے جسے دنیا کے تمام مشکلات مل کر بھی لوٹ نہیں سکتی۔ پھر غیر مسلم کا صبر نہایت محدود نوعیت کا ہوتا ہے۔ اسکا حال یہ ہوتا ہیکہ ابھی تو گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں نہایت استقلال کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا ابھی جو جذبات شہوانی کی تسکین کا کوئی موقعہ سامنے آیا تو نفس امارہ کی ایک معمولی تحریک کے مقابلہ میں بھی نہ ٹھہر سکا۔ لیکن اسلام صبر کو انسان کی پوری زندگی میں پھیلا دیتا ہے اور اسے صرف چند مخصوص قسم کے خطرات، مصائب اور مشکلات ہی کے مقابلے میں نہیں بلکہ ہر اس لالچ، ہر اس خوف، ہر اس اندیشہ اور ہر اس خواہش کے مقابلے میں ٹھہراؤ کی ایک زبردست طاقت بنا دیتا ہے جو آدمی کو راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کرے۔ در حقیقت اسلام مومن کی پوری زندگی کو ایک صابرانہ زندگی بناتا ہے جس کا بنیادی اصول ہی یہ کہ عمر بھی صحیح طرز خیال اور

الواقع کس چیز کا نام ہے اور اس پہلو سے انسان کی تربیت وتکمیل کے لیے کیا چیزیں کس ترتیب وتدریج کے ساتھ اس کے اندر پرورش کی جانی چاہئیں۔

اسلامی اخلاقیات کے چار مراتب

جس چیز کو ہم اسلامی اخلاقیات سے تعبیر کرتے ہیں، وہ قرآن وحدیث کی رُو سے دراصل چار مراتب پر مشتمل ہے: (۱) ایمان (۲) اسلام (۳) تقویٰ اور (۴) احسان۔ یہ چاروں مراتب یکے بعد دیگرے اس فطری ترتیب پر واقع ہیں کہ ہر بعد کا مرتبہ پہلے مرتبہ سے پیدا ہوتا اور لازماً اسی پر قائم ہوتا ہے اور جب تک نیچے والی منزل پختہ ومحکم نہ ہو جائے دوسری منزل کی تعمیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس پوری عمارت میں ایمان کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس بنیاد پر اسلام کی منزل تعمیر ہوتی ہے۔ پھر اس کے اوپر تقویٰ اور سب سے اوپر احسان کی منزلیں اٹھتی ہیں۔ ایمان نہ ہو تو اسلام وتقویٰ یا احسان کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں۔ ایمان کمزور ہو تو اس پر کسی بالائی منزل کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا، یا ایسی کوئی منزل تعمیر کر بھی دی جائے تو وہ بودی اور متزلزل ہوگی۔ ایمان محدود ہو تو جتنے حدود میں وہ محدود ہوگا، اسلام، تقویٰ اور احسان بھی بس انہی حدود تک محدود رہیں گے۔ پس جب تک ایمان پوری طرح صحیح، پختہ اور وسیع نہ ہو، کوئی مردِ عاقل جو دین کا فہم رکھتا ہو اسلام، تقویٰ یا احسان کی تعمیر کا خیال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تقویٰ سے پہلے اسلام اور احسان سے پہلے تقویٰ کی تصحیح، پختگی اور توسیع ضروری ہے۔ لیکن اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس فطری واصولی ترتیب کو نظر انداز کر کے ایمان واسلام کی تکمیل کے بغیر تقویٰ واحسان کی باتیں شروع کر دیتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ بالعموم لوگوں کے ذہنوں میں ایمان واسلام کا ایک نہایت محدود تصور جاگزیں ہے۔ اسی وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ محض وضع قطع، لباس، نشست وبرخاست، اکل وشرب اور ایسی ہی چند ظاہری چیزوں کو ایک مقررہ نقشے پر ڈھال لینے سے تقویٰ کی تکمیل ہو جاتی ہے، اور پھر عبادات میں نوافل واذکار، اوراد ووظائف اور ایسے ہی بعض اعمال اختیار کر لینے سے احسان کا بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بسا اوقات اسی "تقویٰ" اور "احسان" کے ساتھ ساتھ لوگوں کی زندگیوں میں ایسی صریح علامات بھی نظر آتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی ان کا ایمان ہی سرے سے درست اور پختہ نہیں ہوا ہے۔